مصر میں عربی صحافت کی ابتداء

امتیاز احمد اعظمی، ریسرچ اسکالر شعبۂ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

(۲)

۱۸۷۶ء میں[۲] دو لبنانی نوجوان بشارہ تقلا اور سلیم تقلا کی کوشش سے مایۂ ناز ہفت روزہ جریدہ "الاہرام" اسکندریہ سے نکلا۔ نہایت کم عرصہ میں اس کو غیر معمولی مقبولیت و شہرت حاصل ہوگئی۔ یہاں تک کہ عربی صحافت میں اس کو آفاقی و بین الاقوامی مقام حاصل ہوگیا۔ یہ جریدہ مقبولِ عام کیونکر نہ ہوتا۔ اس میں سچی خبریں و واقعات اور عوام کی تمناؤں کی عکاسی ہوتی۔ کسی پس و پیش کے بغیر تمام خبریں اس کے صفحات نمایاں ہوتیں افتتاحی مضامین خاص طور سے مدارس و یونیورسٹیوں سے متعلق ہوتے جن میں اسماعیل پاشا کی علم دوستی، مدارس اور تعلیم گاہوں کے قیام کے سلسلہ میں اس کے اہم رول کا تذکرہ ہوتا۔ یہ ایک علمی و ادبی اخبار ہے۔ شاعر نجیب حداد نے اس جریدہ کی تعریف یوں کی ہے:-

> "یعنی الاہرام" کی طرف دیکھو اور دوسری طرف "الاہرام" نام کے اخبار کو دیکھو اور قیاس کرو پہلا "اہرام" ہے جو سیاحوں کے لئے جنت گاہ ہے، دوسرا جریدہ "الاہرام" ہے جو متاعِ عقل و نظر ہے۔ ایک کی طرف لوگ چل کر جاتے ہیں اور دوسرا چل کر لوگوں کی طرف جاتا ہے۔ ایک ثابت

ہے اپنی جگہ قائم، دوسرا سیال ہے کوچہ و بازار میں رواں دواں۔
"ایک کے لب پر سکوت کی مہر ہے، دوسرا پیامبر و علم آموز" [1]

الغرض اس جریدہ نے علم و ادب کے فروغ و اشاعت میں اہم کردار ادا کیا۔ اس میں الطون جمیل نجیب ہاشم، الشیخ نجیب حداد، خلیل مطران، خلیل زیدان، نقولا حداد اور یوسف بستانی جیسے ماہرین علم و فن اور اصحاب فکر و نظر کے مضامین اور انکی علمی و فنی کاوشیں شائع ہوتیں۔

جریدہ "الاہرام" وہ پہلا جریدہ ہے جس کو بین الاقوامی مقام حاصل ہوا۔ اس کے نامہ نگار مغربی ممالک میں بھی تھے مشرقی ممالک میں بھی اس کے نمائندے گئے۔ ۲۲ سال بعد یہ ۱۸۹۸ء سے اسکندریہ کے بجائے قاہرہ سے نکلنے لگا۔ بشارہ تقلا کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے جبرائیل بک کی نگرانی میں یہ اپنی آب و تاب کے ساتھ نکلتا رہا یہ کافی دنوں تک فرانسیسی زبان میں بھی نکلا۔ سیاسی بندشوں کے باعث کئی دفعہ بند بھی ہوا لیکن دوبارہ جاری ہوتا رہا۔ چنانچہ لبنانی اخبار نویسوں کا یہ وہ پہلا جریدہ ہے، جو باقی ہے۔ آج بھی نکلتا ہے اور اس کی ہزاروں کاپیاں نکلتی ہیں۔

قبطی قوم کی صحافت و اخبار نویسی سے ۱۸۵۷ء میں وادیٔ مصر روشناس ہوئی۔ انھوں نے بھی اپنے حقوق کے حصول اور صدائے احتجاج بلند کرنے کے لئے صحافت کو ذریعہ بنایا۔ ان کا پہلا ہفت روزہ جریدہ "الوطن" ۱۸۷۷ء میں نکلا۔ میخائیل عبدالسید اس کے بانی تھے۔ قبطی قوم کا دوسرا مشہور جریدہ "مصر" نکلا۔ اس کو ادیب اسحٰق نے جمال الدین افغانی کے مشورے پر فرانس سے واپسی کے بعد اسکندریہ شہر سے نکالا۔

اس جریدہ میں خاص طور پر مغربی ممالک کی اس جمہوری وساز گار فضا کا ذکر ہوتا جس میں وہاں کے لوگ آزادانہ زندگی گذارتے تھے اور زندگی کی رونقوں شادابیوں سے محظوظ ہوتے تھے۔ جہاں پر انھیں فکر و خیال کی مکمل آزادی حاصل تھی۔ اس نے

[1] "مصر کی عربی صحافت"۔ ڈاکٹر محسن عثمانی ندوی۔ ص ۶۹

اہل وطن کے اندر جذبۂ آزادی کو پروان چڑھانے اور نشو و نما دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس میں حاکم و محکوم کے تعلقات و اختیارات سے متعلق تفصیلی بحث ہوتی۔ مصریوں کے سامنے مذہب و وطن کی سچی تصویر پیش کی جاتی اور یورپ کے سماجی و سیاسی حالات بھی بیان کئے جاتے۔ اس طرح ادیب اسحٰق نے مصر کے لوگوں کو جدید فکر و نظر کی حقیقت سے آگاہ کیا جس سے وہ ناواقف تھے۔ ان کے اکثر مضامین ادبی انداز و اسلوب بیان میں ہوتے۔ اُن کے مضامین بالکل جدید اسلوب اور نئے طرزِ نگارش کے حامل نہیں ہوتے تھے۔ الغرض جریدہ "مصر" نے اہلِ وطن کو زندگی کی نئی شاہراہوں سے آشنا کرنے میں غیر معمولی کام کیا۔

۱۸۷۷ء میں ہی فارس نمر اور یعقوب صروف کی ادارت میں رسالہ "المقتطف" نکلا۔ ان دونوں حضرات نے اس رسالہ کی کامیابی اور تزئین و آرائش کے لئے بے حد کوشش کی۔ یہ جریدہ انگریز نواز و برطانوی حکومت کے قیام کا حامی تھا۔ اس میں اسلام پرستی و قومی آزادی کے بجائے انگریز پرستی کی دعوت دی جاتی۔ چنانچہ اس کی آواز کا مصر کے مالدار طبقہ پر کافی اثر ہوا، اور وہ لارڈ کرومر کے گیت گانے لگے۔ یہ جریدہ بہترین مضامین اور علم ادب سے پُر مقالوں کے اعتبار سے شہرت کے اعلیٰ مقام کا حامل ہے۔

۱۸۷۸ء میں ادیب اسحاق اور سلیم نقاش کی ادارت میں جریدہ "التجارۃ" نکلا، ۱۸۸۰ء میں ان دونوں نے اسکندریہ سے "اخبار المحروسہ" نکالا۔ اس میں ادباء کی کاوشیں شائع ہوتی تھیں۔ جمال الدین افغانی کے بے شمار تحریکی، سیاسی و علمی مضامین چھپتے اور شیخ محمد عبدہ کے اصلاحی و علمی مضامین بھی شائع ہوتے۔ اس کی زمام کار مختلف اہل علم حضرات کے پاس رہی۔ تقریباً ساٹھ سال تک یہ جریدہ برابر نکلتا رہا۔

۱۸۸۹ء میں سلیم عنحوری نے قاہرہ سے "مرآۃ الشرق" نامی جریدہ نکالا۔ سید عبداللہ ندیم کی ادارت میں ۱۸۸۱ء میں جریدہ "التنکیت والتبکیت" جاری ہوا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب برطانوی سامراج اپنی جڑیں مضبوط کر رہا تھا اور دوسرے جانب مصریوں کے اندر اس کے خلاف نفرت و عداوت کی بھٹی تیز ہو رہی تھی۔

مصری قوم جہالت و نادانی کی زندگی گذار رہی تھی۔ چنانچہ عبداللہ ندیم نے اس جریدہ کے توسط سے ملک و وطن اور مصری عوام کی بہترین خدمت کی۔ مصر پہ بیرونی طاقتوں کے تسلط کی سخت نکتہ چینی کی۔ اہلِ وطن کے دلوں کے اندر آزادئ وطن اور حریتِ فکر و نظر کی روح پھونکی۔ ان کو جہالت و نادانی، آبا پروری اور اوہام پرستی سے دور کرنے کی کوشش کی۔ مسلم حکومتوں اور خاص طور پر دولتِ عثمانیہ کی زبوں حالی و خستہ حالی کو اپنی تنقید کا نشانہ بنایا۔ اور اپنے مقالہ و اداریہ میں سخت لب ولہجہ اختیار کیا۔

اس دور میں صحافت نے اپنی مقبولیت و شہرت کا سلسلہ جاری رکھا اور سماج و سوسائٹی کی عظیم خدمت انجام دی۔ اس دور میں صحافت کو جو اصل روحانی طاقت میسر ہوئی وہ جمال الدین افغانی کی شخصیت تھی۔ ان کی عقابی نگاہیں دنیائے اسلام کا جائزہ لے چکی تھیں۔ مسلمانوں کی ضروریات اور وقت کی بغاوتیں ان کے اشارے پر ناچتی تھیں۔ ان کی شخصیت میں مقناطیسی قوت تھی۔ جہاں پر بیٹھ گئے وہیں ایک نئی دنیا آباد کرلی۔ اُن کی موجودگی نے مصر میں ایک نیا سیاسی و فکری ماحول پیدا کردیا۔ انھوں نے مصر کی آزادی اور مصریوں کی خوشحالی پر برابر زور دیا۔ دینی اصلاح، دستوری نظام و اسلامی جمہوریت کے حق میں ایک بڑی جماعت تیار کی۔ سردست یہ کہا جا سکتا ہے کہ جمال الدین افغانی کی شخصیت سے دنیائے صحافت کو ایک نئی سمت اور ایک نئی زندگی حاصل ہوئی جس کے باعث صحافت نے روزافزوں ترقی کی۔

اس دور کی ایک صحافتی خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ سیاسی و ادبی دو حصوں میں تقسیم ہوگئی۔ ادبی صحافت اور سیاسی صحافت دونوں الگ الگ شکل میں نمودار ہوئیں خالص علمی و ادبی جرائد و رسائل جاری ہوئے جو سیاسی مباحث سے خالی ہوتے۔ جرائد کے ساتھ ساتھ ماہناموں و رسالوں کے وجود نے بزمِ صحافت کو مزید رونق افروز کیا۔ اخبارات کیلئے "جریدہ" اور علمی و ادبی ماہناموں کے لئے "مجلّہ" کے الفاظ استعمال ہونے لگے۔

الغرض یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں عربی صحافت کو ترقی کرنے کا زریں موقع حاصل ہوا۔ اور بے شمار علمی و ادبی اور سیاسی جرائد و رسائل نکلے جن سے علم و ادب اور

صحافت و ثقافت کی گنگا بہنے لگی۔

تیسرا دور

۱۸۸۲ء کا وہ زمانہ تھا جب مصر میں ایک نیا سیاسی ڈھانچہ سامنے آیا۔ سیاست کی وہ آب و ہوا جس سے مصری قوم کو کسی قدر راحت نصیب تھی اور فکر و نظر کی تھوڑی بہت آزادی حاصل تھی وہ بھی سلب ہونے لگی۔ برطانوی سامراج کے خونی پنجوں نے مصر کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ بالآخر مصری عوام میں اضطراب و بے چینی کی سی کیفیت پیدا ہوئی۔ پوری مصری فضا آزادی کی صدائے بازگشت سے گونج اٹھی اور تمام ادباء، علماء اور صحافیوں نے قومی آزادی کے نعرے لگائے اور صحافت کو اہم میڈیا اور ترجمان کی حیثیت سے استعمال کیا۔ برطانوی سامراج کی دخل اندازی سے عربی صحافت نے ایک نئے دور میں قدم رکھا۔ اس عہد میں قاہرہ علمی و ادبی اور سیاسی تحریکوں کا مرکز قرار پایا۔ جب برطانوی حکومت کی بڑھتی ہوئی حرص و ہوس نے مصر کو اپنے خونی شکنجہ میں جکڑنے کی کوشش کی تو صحافی حضرات کی سوچ و فکر اور زاویۂ خیال میں تبدیلی واقع ہوئی۔ وہ سیاسی مسائل سے زیادہ دلچسپی لینے لگے اور دو گروپ میں تقسیم ہو گئے۔ وہ صحافت جس کا اصل مشن مصری سرزمین کی افادیت علمی و ادبی ارتقاء اور سیاسی و سماجی فلاح و بہبود تھا، اب وہ سیاسی رسہ کشی و طرفداری کی جانب مائل ہو گئی۔ بعض جرائد و رسائل نے دولتِ عثمانیہ کو بہتر قرار دیا اور اس کو برطانوی و فرانسیسی حکومت سے افضل اور اہلِ وطن کے لئے زیادہ سود مند ثابت کیا۔ کچھ فرانسیسیو کی تعریف و ستائش کرنے میں لگ گئے اور بعض نے انگریزوں کی قدم بوسی کرنی شروع کر دی۔ اس طرح روزنامے، سہ روزے اور ماہنامے تمام جرائد و رسائل سیاسی دھارے میں بہہ پڑے۔

اس وقت اکثر روزنامے قاہرہ سے نکلنے لگے۔ چنانچہ ۱۸۸۲ء میں قاہرہ سے جریدہ "الزمان" نکلا۔ یہ جریدہ انگریز کی آمد کو صحیح ثابت کرتے اور مصریوں کا خیر خواہ بنانے کی کوشش کرتا۔

"الزمان" کا ردِ عمل یہ ہوا کہ اس کی موافقت ومخالفت میں بے شمار جریدے نکلے۔ ۱۸۸۹ء میں یعقوب صروف، فارس نمر اور شاہین مکاریوس نے ایک روزنامہ "المقطم" نکالا۔ ۱۹۴۰ء تک یہ برابر نکلتا رہا۔ یہ اعتدال پسندانہ نظریہ کا حامل تھا۔ نہ تو کسی کی مدح وستائش میں آسمان کے قلابے ملاتا اور نہ ہی کسی کی برائی میں حد سے تجاوز کرتا تھا۔ اس میں سرکاری خبریں، ملازمین کی تقرری، سرکاری اشتہارات اور وہ تمام چیزیں شائع ہوتیں جو سماج وسیاست سے تعلق رکھتیں۔

اس کا اصل مشن انگریز کی حمایت کرنا تھا۔ یہ برطانوی سامراج کا حامی تھا۔ اس نے انگریزی قبضہ کو صحیح ثابت کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ واضح طور پر اس نے انگریز نوازی کو بڑھاوا دیا اور صاف طور پر لکھا کہ "انگریز مصر میں قیام کی مشقت اس لئے برداشت کر رہے ہیں کہ وہ مصریوں کو نظامِ ظلم سے نجات دلانا چاہتے ہیں اور انھیں عدل وانصاف کی بہار سے بہرہ ور کرنا چاہتے ہیں۔ مصر کو افلاس کے چنگل سے نکالنے اور مصر میں متوازی اقتصادی نظام قائم کرنے کا سہرا انگریزوں کے سر ہے"۔ ؎[1]

گویا کہ یہ جریدہ برطانوی مشینری کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ اس کی وطن مخالف روش کو دیکھ کر خدیو عباس نے اس کو بند کرنا چاہا تو اس پر انگیز سیاست دانوں کا شدید ردِ عمل ہوا اور اس کی حمایت میں آواز اٹھائی۔ الغرض یہ جریدہ برطانوی حکومت اس کی پالیسی وپروگرام کی تعریف کرتا جس کی وجہ سے اسے انگریز کی سرپرستی حاصل رہی۔

"المقتطف"۔ "الزمان" اور "المقطم" کا اثر یہ ہوا کہ قوم کی حمایت میں روزنامہ "المؤید" نکلا۔ یہ جریدہ شیخ علی یوسف اور شیخ احمد ماضی کی سرپرستی میں نکلا۔ اس کو مصری علماء وادباء اور سیاسی حضرات کی جانب سے پورا تعاون حاصل رہا۔ اس میں اکثر مضامین آزادئ وطن کی حمایت اور برطانوی سامراج کی تذلیل وتنقید پر منحصر ہوتے۔

جریدہ "المؤید" کو غیر معمولی مقبولیت اور بے انتہا شہرت حاصل ہوئی۔ اس نے

؎[1] حسن البنا شہیدؒ کی ڈائری، مترجم خلیل حامدی ص ۱۶

مظلوم مصریوں کے لئے ایسے وقت میں صدائے احتجاج بلند کی جبکہ انگریز استعمار اپنے خوں آشام پنجوں سے اہلِ وطن کا خون چوس رہا تھا اور ہر مصری ظلم وستم کی چکیوں میں پسا جا رہا تھا۔ ایسے پُرآشوب وسنگین دَور میں اس جریدہ نے قوم کو سہارا دیا۔ ان کے گم گشتہ دکھوئے ہوئے اقدار سے انھیں باخبر کیا۔ انھیں اُمنگ وحوصلہ جیسی عظیم دولت سے نوازا۔ انھیں عزت وشرف حاصل کرنے پر ابھارا۔ چنانچہ یہ محبانِ وطن اور قوم پرور لوگوں کے مابین نہایت مقبول ہوا۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تمام روزناموں میں اس کی ایک الگ ومنفرد حیثیت تھی۔ روزانہ اس کی بیس سے تیس ہزار کاپیاں شائع ہوتیں۔

چونکہ یہ جریدہ آزادئ وطن کا حامی اور برطانوی تسلط کے خلاف تھا اور انگریز سامراج کے خلاف نہایت سخت انداز میں نکتہ چینی کرتا تھا، اس کا پیغام تھا کہ مصر اہلِ وطن کے لئے ہے، اس کے ہر ذرہ سے مصری فائدہ اٹھائیں گے، انگریز کو اس ملک میں رہنے کا کوئی اختیار نہیں ہے، اس لئے انگریز کی جانب سے اس پر پابندی عائد کر دی گئی۔ خبروں کے معلوم کرنے کے تمام ذرائع اس کے لئے مسدود کر دیئے گئے۔ ۱۸۹۶ء میں ٹیلکس اور تمام ذرائع ابلاغ کو اس کے لئے خبریں مہیا کرنے سے منع کر دیا گیا۔ ایڈیٹر کو متنبہ کیا گیا کہ وہ حکومت سے متعلق کوئی خبر نہ چھاپے۔ لارڈ کرومر کا یہ فرمان جاری ہوا کہ جو بھی صحافی حکومت کے راز کو فاش کرے گا یا اس سے متعلق کوئی خبر شائع کرے گا اس کے خلاف سخت قانونی کارروائی کی جائے گی۔

سردست یہ کہا جا سکتا ہے کہ کافی حد تک انگریزی قبضہ سے عربی صحافتی دنیا وسیع ہوئی اور اخبارات ملکی سیاست کے مسئلہ پر دو حصوں میں تقسیم ہو گئے۔ ایک طرف وہ جرائد تھے جو برطانوی حکومت کو حق بجانب ثابت کرنے میں لگے۔ رسالہ "المقتطف" اور اخبار "المقطم" اس میں پیش پیش تھے۔ دوسری جانب وہ جرائد تھے جو انگریزی تسلط کا فی الفور خاتمہ چاہتے تھے چنانچہ اس میدان میں جریدہ "المؤید" اور دوسرے بہت سے جرائد کام کر رہے تھے۔

۱۸۹۲ء میں قاہرہ سے جرجی زیدان کی ادارت میں رسالہ "الھلال" نکلا۔ ان کی شخصیت علم وادب کی دولت سے مالا مال تھی، فلسفہ وحکمت، تاریخ وجغرافیہ، سیاسیات ومعاشیات غرضیکہ تمام

علمی وادبی موضوعات پر ان کی گہری نظر تھی جس کے باعث "الھلال" کافی مقبول ہوا۔ اس میں علم وادب سے متعلق نہایت عمدہ ومعلوم افزا بحث ہے۔ گویا یہ ایک علمی وادبی رسالہ تھا۔ طلبہ کے لئے یہ مشعل علم وفن کا کام انجام دیتا۔ خود جرجی زیدان کے متعدد موضوعات پر علمی وفنی مضامین شائع ہوتے۔ اخبار "الاھرام" کے مانند اس رسالہ کو غیر معمولی شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اور طویل عرصہ تک یہ نکلتا رہا۔

۱۹۱۴ء میں جورجی زیدان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے امیل زیدان نے اس کو حسن وخوبی نکالنے کا کام جاری رکھا۔ لیکن اس کو شہرت وبلندی کے مقام تک پہنچانے کا سہرا جورجی زیدان کے سر جاتا ہے۔

۱۸۹۲ء سے ۱۹۰۲ء تک بے شمار روزنامے وماہنامے جرائد ورسائل نکلے۔

۱۰ ارپایح ۱۸۹۸ء میں قاہرہ سے ایک دینی وسیاسی وسماجی ہفت روزہ جریدہ "المنار" نکلا۔ اس کے ایڈیٹر علامہ رشید رضا تھے۔ یہ آٹھ صفحات پر مشتمل تھا۔ اس میں جو مضامین شائع ہوتے وہ جمال الدین افغانی اور امام عبدہ کے نظریات سے مختلف ہوتے۔ اس نے میدان صحافت میں اہم رول ادا کیا۔ یہ جریدہ سماجی ودینی مباحث کے اعتبار سے نمایاں تھا۔ اس میں مختلف موضوعات پر مضامین چھپتے۔ خبریں بھی شائع ہوتیں۔ دوسرے سال کے آغاز میں یہ ماہنامہ رسالہ کی حیثیت اختیار کر گیا۔ ابتدائی زمانہ میں اس کو کوئی خاص مقبولیت حاصل نہ تھی اور عوام کی نظر میں زیادہ سودمند ثابت نہ ہوا۔ لیکن چار سال بعد اس کی مقبولیت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ یہاں تک کہ ۱۹۰۹ء میں اس کی پرانی کاپیاں زیادہ قیمت پر فروخت ہوئیں اور کم ہو جانے کے باعث انھیں دوبارہ چھاپنا پڑا۔

دو تین سال بعد سیاسی، سماجی و مذہبی چیزوں کے علاوہ کچھ مزید چیزیں شائع ہونے لگیں۔ شیخ محمد عبدہ کی تفسیر قسط وار شائع ہونے لگی۔ فتوے بھی چھپنے لگے۔ خود رشید رضا کے فقہی سوالوں کے جوابات شائع ہونے لگے۔ اس طرح اس میں بعض پرکشش موضوعات کا اضافہ ہوا۔

الغرض اس جریدہ کو غیر معمولی مقام حاصل ہے۔ اس نے مصری سماج ووادئ نیل

کو ہوسِ قزاں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس نے اس بات پر زور دیا کہ ہر مسلم بھائی بھائی ہے چاہے وہ دنیا کے کسی خطہ و علاقہ میں ہو۔ چنانچہ "الجامعتہ الاسلامیہ" کے قیام کا قائل تھا ـــــ یعنی ایک ایسی تنظیم کا قیام عمل میں آئے جس کے تمام اسلامی ممالک نمائندے ہوں۔ اس نے حکومتِ اسلامیہ کی برابر حمایت کی۔ اس نے دولتِ عثمانیہ کو انگریزی و فرانسیسی حکومتوں سے اچھی و بہتر قرار دیا۔ اس کا کہنا تھا کہ ترک بادشاہ تمام مسلم حکمرانوں میں بہتر و افضل ہے لہٰذا امتِ مسلمہ و دولتِ اسلامیہ کی سربراہی کا وہی مستحق ہے۔ اس نے انگریزی سامراجیت و استعماریت پر بھی نکتہ چینی کی اور مصری قوم کو آزادی و حریت کی دعوت دی۔

۱۹۰۰ء میں روزنامہ "اللواء" نکلا جس کو جذبۂ وطنیت سے سرشار اور شیدائے قوم مصطفیٰ کامل پاشا نے نکالا۔ اس کی مقبولیت و شہرت کا سبب خود مصطفیٰ کامل کی مایۂ ناز محبِ وطن شخصیت تھی۔ ان کی ذات ہر خاص و عام کے لئے سرمایۂ افتخار تھی۔ قلوب و اذہان ان کی شخصیت کے دلدادہ تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مصری قوم انگریزوں کے ظلم و ستم کی چکی میں پسی جا رہی تھی۔ اہلِ وطن غلامی و محکومی کی زندگی گذار رہے تھے۔ پوری قوم انگریزوں کے مخالف تھی اور کسی حقیقی رہنما و لیڈر کی ضرورت تھی۔ چنانچہ مصطفیٰ کامل قوم کی امیدوں کو بر لانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور جریدہ "اللواء" کی خدمات کو وطنِ عزیز کی خاطر وقف کر دیا۔ خود اپنی پوری ذات کو قوم کی آزادی اور انگریزوں کے خاتمہ کے لئے وقف کر دیا۔

۱۹۰۶ء میں دانشوائی کے ہولناک و خون آشام حادثہ نے اہلِ وطن کے دلوں میں کرب و اضطراب پیدا کر دیا۔ ہر مصری انگریز کا مخالف ہو گیا۔ مصطفیٰ کامل نے اس جریدہ کے ذریعہ اہلِ وطن کو صبر و ضبط اور جہاد فی سبیل اللہ کی دعوت دی۔ انگریز کو قوم و وطن کا دشمن قرار دیا اور واقعہ دانشوائی پر قوم و ملت کی طرف سے سخت غم و غصہ کا اظہار کیا۔

اس جریدہ کا پہلا نمبر ۲ نومبر ۱۹۰۰ء کو نکلا۔ یہ روزنامہ جریدہ تھا۔ جمعہ کے روز بھی نکلتا۔ صرف عید الفطر و عید الاضحیٰ کو بند رہتا۔ ایک سال بعد جمعہ کا دن بھی اس کی چھٹی کا دن قرار پایا۔ آغاز میں یہ چار صفحات پر مشتمل ہوتا اور کچھ سال بعد ۱۹۰۶ء سے آٹھ صفحات میں نکلنے لگا۔ کچھ دنوں بعد اس کی ماہنامہ کاپیاں بھی چھپنے لگیں۔

…مدی، اسماعیل پاشا صبری، سید علی، خلیل بک مطران اور امیر الشعراء احمد شوقی جیسی … شخصیتیں اس میں مقالہ نگاری کی خدمت انجام دے رہی تھیں۔ مصطفیٰ کامل کے بلند پایہ مقالات … میں بھی شائع ہوتے۔ گویا یہ جریدہ ایک چلتا پھرتا مدرسہ تھا جو اہلِ وطن کو ان کے … مقاصد سے آگاہ کرتا۔ انھیں آزادیٔ وطن کی راہ میں جہاد کرنے پر اُبھارتا۔ اس … ادبی پہلو بھی نہایت دلکش و دلفریب انداز میں ہوتے۔ الغرض یہ جریدہ بے حد پسندیدہ … سے دیکھا گیا۔

اس جریدہ کی شہرت و مقبولیت اور کثرتِ اشاعت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا … ۱۹۰۸ء میں بانیٔ اخبار کا انتقال ہوا تو اس وقت اس کی روزانہ نو ہزار چھ سو کاپیاں … ہونے لگی تھیں۔ اس کی طباعت و اشاعت کے لئے ایک عالیشان دفتر تھا جو اس … کے تمام فرانسیسی و عربی جرائد و رسائل کے دفتروں میں نمایاں مقام رکھتا تھا۔ تقریباً … لوگ کام کرنے والے تھے جن میں سے بیس محکمۂ نظم و نسق میں اور باون پریس میں کام کرتے … ایک نئے قسم کی یورپی مشین بھی تھی۔ اس جریدہ کا سالانہ خرچ ۹۶ ہزار اور آمدنی … لاکھ چھبیس ہزار تھی۔ اس طرح اس کی سالانہ آمدنی تیس ہزار تھی۔ واضح طور پر … جا سکتا ہے کہ یہ وطنی و قومی جریدہ اہلِ وطن کے درمیان نہایت مقبول ہوا۔

(آئندہ)